ڈاکٹر رمضان بامری

سندھ میں فارسی زبان کی ترقی اور اولیائے کرام کا کردار

Abstract:

Evolution of Persian language in Sindh and the Role of Sufis

Sindh and Balochistan acquire great importance in the history of the Indian sub-continent. Balochistan was the first region which embraced Islam, while at the same time maintained its cultural identity. Similarly, Sindh is the land that fought and paved way for Islam in sub - continent. In these regions, various Muslim dynasties ruled for more than 1200 years.

According to Bilazarri, a renowned historian, most of Mohammad Bin Qasim's army comprised of soldiers from Shiraz (Iran) and spoke Persian language. Persian language, therefore, reached Sindh through Mohammad Bin Qasim's military. After the conquest of Sindh, most of the soldiers stayed back in Sindh and promoted Persian language. At the same time, sufi saints have also played a significant role in the evolution of Persian language and literature in the sub-continent. Most of the Sufis migrated from Iran and made Sindh their permanent abode. The shrines of these sufis are found in various parts of Sindh.

The land of Sindh and Balochistan is well known Sufi saints. Most of their poetry and writings are in Persian language. The Persian language, after Arabic, is considered by some as the second language of Islam. In this way Sindhis, along with Arabic, also adopted Persian and worked for its evolution. Some famous works which were written in Persian are: Chachnamah (the first Persian book) by Ali bin Hamid Abu Bakar Kufi, Momal Rano by Mullah Muqeem, Taranum Ishq and Begalar133. Similarly, the story of Umer-Marvi was first written in poetry form in Persian language under the name and style of Raz-o-Niaz.

It is true that during Muslim rule in the Sub – Continent, Sufi saints promoted the Persian language. They also translated Quran and other religious books in Persian language which work is preserved till date.

تاریخ برصغیر میں سرزمین سندھ اور بلوچستان کو جو اہمیت حاصل ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، برصغیر کا یہی وہ حصہ ہے جہاں سب سے پہلے اسلامی لشکر نے اسلام کا پرچم بلند کیا اور فتح کا جشن منایا۔ اس سرزمین میں فرزندانِ سندھ نے بارہ سو سال طویل عرصہ تک حکومت کی ہے۔ عربوں نے تقریباً چار سو سال تک بازور بازو اس پر حکمرانی کی۔ ان کے بعد یہاں کے مقامی فرمانروا سومرہ اور سمہ قوم کے خاندان تقریباً چار سو سال بر سر اقتدار رہے۔ اسی اثناء میں مسلمان سلاطین ھند میں سے غزنویوں، ایبکوں، غوریوں، خلجیوں، تغلقوں اور مغلوں نے بھی وقتاً فوقتاً اپنے اپنے عہد میں اس پر اپنا اقتدار جمانے کی کوششیں کیں۔ ان کے بعد چنگیزی، تاتاریوں میں سے ارغون اور ترخان خاندان نے اپنا قبضہ جمایا اور تقریباً دو سو سال تک اس ملک پر حکومت کی۔ پھر عباسیوں کی ایک شاخ، کلہوڑا خاندان نے کوئی سو برس تک اس کو اپنا مرکزِ حکومت بنائے رکھا اور آخر میں تالپر حکمرانوں نے تقریباً ایک صدی تک یہاں حکومت کی۔ ان حالات میں سندھ اسلامی تمدن اور ثقافت کا سب سے پہلا مرکز رہا۔ عربوں کی بدولت یہاں عربی علوم وفنون کا سرچشمہ جاری ہوا اور ترکوں اور مغلوں کی سرپرستی سے یہاں فارسی ادب اور شعر و سخن کی گرم بازاری رہی۔

فارسی ادب کی ترقی میں سندھ نے اپنا کس قدر حصہ پیش کیا ہے اس کو بیان کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ فارسی زبان سندھ میں کب آئی۔ مورخ بلاذری کا بیان ہے کہ محمد بن قاسم الثقفی جب سندھ پر فوج کشی کے لیے آرہا تھا تو اس کی فوجیں شیراز (ایران) جمع ہو کر سندھ کی طرف روانہ ہوئی۔[۱] ان میں بہت سے شیرازی بھی ہوں گے جن کی مادری زبان فارسی تھی۔ اس لیے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ فارسی زبان یہاں ان ایرانیوں کی بدولت پہنچی ہو گی جو محمد بن قاسم کی فوج میں شریک تھے۔ دوسری صدی ہجری میں یعقوب بن لیث صفار کو جب سندھ کا گورنر بنا کر روانہ کیا گیا تو اُس زمانے میں فارسی زبان کی اشاعت ہوئی، کیونکہ یعقوب عربی سے ناواقف تھا۔ عموماً ملک کے انتظام میں حاکم وقت کی زبان استعمال کی جاتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس زمانے میں فارسی زبان سرکاری دفاتر میں استعمال کی جاتی ہو، اور بعض اہلِ سندھ بھی اس کی تحصیل کی طرف مائل تھے لیکن تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے عرب سیاح ابن حوقل اور مسعودی جو سندھ آئے تھے ان کا بیان ہے کہ یہاں صرف سندھی اور عربی زبانیں رائج ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے تھے۔ ان کے اثرات سے سندھ میں فارسی زبان کا رواج پانا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی زمانے میں دیلمیوں کے نام کا خطبہ سندھ اور ملتان کی مسجدوں میں فارسی میں پڑھا جاتا تھا۔[۲]

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

سندھ میں فارسی زبان کی سب سے پہلے تصنیف جو منظر عام پر آئی ہے وہ علی بن حامد ابو بکر کوفی کی کتاب "چچ نامہ" ہے جو قاضی اسماعیل بن علی الثقفی کے خاندان کی عربی کتاب "منہاج المسالک" کا فارسی میں ترجمہ ہے اور یہ کتاب سن ۶۱۳ ھجری میں تحریر کی گئی تھی۔ اصل عربی کتاب ناپید ہے۔ یہ سندھ کی پہلی تاریخ ہے جو فتح سندھ کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے متن میں مترجم نے اپنے بعض اشعار بھی شامل کیے ہیں جن سے فارسی شعر گوئی پر اس کی قدرت کا پتہ چلتا ہے۔

سید عثمان مروندی المعروف بہ قلندر لعل شہباز سیوستانی، علی بن حامد ابو بکر کوفی کے معاصرین میں سب سے عظیم المرتبت صوفی، ولی اللہ اور جلیل القدر شاعر گذرے ہیں۔ وہ عربی و فارسی علوم و ادبیات پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ ان کا قرآن، حدیث، فقہ کا وسیع مطالعہ تھا در حالیکہ وہ ماہر لسانیات اور ماہر قواعد و زبان بھی تھے۔ ان کی کئی فارسی کتابیں مدرسوں کے نصاب میں شامل رہیں۔ جن میں عقد، اجناس، میزان صرف، صرف صغیر، قسم دوم وغیرہ مشہور ہیں۔

اس دور میں سندھ کی مشہور داستانیں فارسی ادب کی زینت بنیں۔ مُلا مقیم نے "مومل رانو" کو "ترنم عشق" اور ادراکی بیگلار نے قصہء چنیسر کو 'چنیسر نامہ' اور سید محمد طاہر نیسانی نے 'عمر ماروی' کو 'ناز و نیاز' کے نام سے فارسی نظموں کا روپ دیا۔ سمہ عہد کے صوفی و اہل اللہ، اولیائے کرام شعراء میں شیخ حماد جمالی، شیخ عیسیٰ اور مخدوم بلاول فارسی گوئی اور فارسی دانی میں خاص شہرت و ناموری رکھتے تھے۔ سمہ خاندان کے دوسرے حکمران جام جونا کو فارسی میں شعر کہنے پر ملکہ تھا۔ بانی شہر ٹھٹھہ جام نظام الدین عرف جام نندو، درویش صفت اور صاحب ذوق تھے جن کی دعوت پر ایران کے متعدد مشہور ارباب شعر و ادب سندھ آئے۔[۳]

والی سندھ مرزا شاہ بیگ ارغون کی عالمانہ بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں لکھی۔ شیخ عبداللہ آہی (۹۵۰ھ) میرزا شاہ بیگ کے ہمراہ ہرات سے سندھ آئے۔ انھوں نے سو سے زائد کتابیں تحریر کیں۔ ان کا فارسی زبان میں دیوان بھی موجود ہے۔ شاہ بیگ ارغون کا فرزند میرزا شاہ حسن بیگ متخلص بہ سپاہی نے متعدد علوم و ادبیات فارسی پر تعلیمات کا باقاعدہ انتظام کیا۔ شاہ جہانگیر ہاشمی، میرزا شاہ حسن ارغون کے زمانے میں سندھ آئے اور بھکر میں سکونت اختیار کی۔ وہ سندھ کے ایک صوفی منش شاعر تھے اور نظامی گنجوی کے مقلد بھی تھے۔ ان کی دو مثنویوں 'مظہر الآثار' اور 'مظہر الانوار' فارسی ادب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔[۴]

مخدوم نوح سرور ہالائی کے فارسی ملفوظات و اشعار کے علاوہ قرآن حکیم کا پہلا فارسی ترجمہ اس دور کا قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ مخدوم نوح سرور سندھ کے صوفی بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا فخری ہروی نے "روضۃ السلاطین" اسی زمانے میں لکھی۔ امیر ابو القاسم بیگلر نے سن ۱۶۰۸ء میں 'بیگلارنامہ' کے نام سے ارغون خاندان کی تاریخ لکھی۔ 'منتخب التواریخ' اور 'چنیسر نامہ' بھی ان کی مشہور تصانیف ہیں اور میر علی شیر قانع ٹھٹوی کے الفاظ ہیں: "در فنون کمال یگانہ بودہ و در دقائق شعر فہمی و شعر گوئی عدیل نداشتہ" (مقالات الشعراء، ص۱۱۶) رضا بن عبد الواسع داروغہ ٹھٹہ ایک بڑے فاضل اور صوفی صفت بزرگ تھے، جنہوں نے سندھ کے مشہور بزرگ و ولی حضرت شاہ عبد الکریم بُلڑی کے ملفوظات میں 'رسالہ بیان العارفین' اور 'تنبیہ الغافلین' لکھا ہے۔ وہ شعر بھی کہتے تھے۔ انہوں نے ۱۰۳۸ء میں وفات پائی۔"[5]

سلاطین ترخانیہ کے دور کا ایک امیر کبیر خسرو خان چرکس تھا، جس نے لاکھوں روپے صرف کر کے سندھ میں تین سو سات مساجد تعمیر کروائیں۔ وہ بھی فارسی زبان کا شاعر تھا۔ حیدر کوچ، میر غروری کاشانی ٹھٹوی کے علاوہ تاریخ معصومی میں عہد ارغون کے اٹھارہ بزرگان دین اور اکابر ادب فارسی کا ذکر موجود ہے۔[6]

والی سندھ میر زا عیسیٰ ترخان کا پوتا میر زا جانی بیگ اور اس کا فرزند میر زا غازی بیگ خود بھی فارسی زبان میں شعر کہتا تھا اور شاعروں کا بے حد قدر دان بھی تھا۔ اس کے عہد میں مُلا اسد، میر نعمت اللہ واصلی، مُلا حسن گیلانی، مُلا مرشد بروجردی، رشید اصفہانی، میر محمد ہاشم، صائب اصفہانی، طالب آملی، علی حزیں اور مُلا شیخ اسحاق بکھری جیسے شاعر اور اولیائے کرام اور اساتذہ فن و اکابر سخن نے سندھ کی علمی و ادبی محفلوں کو گرمایا۔[7]

معصوم شاہ کی نعتیہ نظمیں، میر غوری کی ھجویہ شاعری، سید محمد ہاشم ٹھٹوی کی منظوم کتاب سیر السلاطین ترخانی دور کی مختلف اصناف پر یادگار تخلیقات ہیں، عہد اکبری کے ارباب علم و فضل میں سندھ کے صاحب دیوان شاعر، سید صفائی کے نور نظر، میر معصوم شاہ نامی بکھری امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ وہ بہادر سپاہی، حاذق طبیب، دقیق نظر مورخ، شیوا بیان شاعر اور سیاح تھے، اکبر نے انھیں اعلیٰ منصب و اعزاز سے نوازا تھا۔ انھوں نے سفارت ایران کے فرائض بھی سر انجام دیے۔

شاہ عباس صفوی نے میر معصوم بکھری کی بڑی قدر و منزلت کی۔ میر معصوم کی تاریخ سندھ (تاریخ معصومی) چچ نامہ کے بعد دوسری اہم تاریخ ہے۔ جو سندھ کی قدیم تاریخ کے ضمن میں بنیادی آخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ میر معصوم بکھری کی سات مثنویاں فارسی ادب میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ مثنوی حسن ناز (قصہ سسی و پنوں کا منظوم فارسی ترجمہ) کے علاوہ دیوان نامی، ہفت نقش اور طب نامی وغیرہ اُن کی فارسی زبان کی

زندہ جاوید تصانیف ہیں۔

عہد اکبر اور عہد عالمگیر کے ارباب نظم و نثر فارسی زبان میں میر ابو القاسم نمکین، مُلا محب علی سندھی، عارف بلوچی، میر عبد الجلیل بلگرامی، امیر ابو المکارم کے پری نامہ سلیمان کے حکیم عبد الرؤف جنھون نے ابو العنم کے نام سے سندھی میں موسیقی پر پہلی کتاب لکھی۔ وہ اہل دیوان شاعر اور اصحاب تصانیف تھے۔ میر عبد الرشید ٹھٹوی نے دور جھانگیر میں فارسی زبان کی پہلی لغت "لغات فرھنگ رشیدی" اور دوسری لغات فارسی وعربی، عہد شاہ جھانی میں منتخب اللغات کے نام سے تالیف کی۔

دھلی کے مغل سلاطین سندھ میں علوم وفنون کی ترقی وترویج میں گذشتہ حکمرانوں سے سبقت لے گئے۔ عہد مغلیہ میں جتنے بھی مغل گورنر ٹھٹہ میں مسند نشین رہے، تقریباً سب کے سب فارسی کے اسکالر اور علم وادب کے سرپرست تھے۔

ان کے عہد گورنری میں میر عبد الرزاق فارس سے، میر عبد الجلیل بلگرامی، میر غلام علی آزاد بلگرامی کے چچا سید محی الدین بلگرامی ھندوستان سے آئے اور مغل حاکموں کی نظر عنایت اور دادو دھش سے سرشار ہوئے۔(8)

عہد کلھوڑا میں فارسی زبان وادب نے برابر ترقی کی۔ فارسی سرکاری زبان تھی۔ شرفاو علما فارسی میں تحریر کرتے تھے اور فارسی زبان میں خط لکھتے اور پڑھتے تھے۔ اور اس بات پر نہایت فخر بھی کرتے تھے۔ شاہی مہر، فرمان، عہد نامے، وصیت نامے، نکاح نامے اور دیگر سرکاری دستاویزات فارسی میں لکھے جاتے تھے۔ عباسی فرمانرواؤں نے اپنی مقامی زبان سندھی اور مذھبی زبان عربی ہی کو فروغ نہیں دیا بلکہ فارسی کی ترقی وترویج میں بھی فیاضانہ حصہ لیا۔ والی سندھ میاں نور محمد کلھوڑو اگرچہ دینی رجحانات کے حامل تھے لیکن شاعرانہ مذاج بھی رکھتے تھے۔ وہ فارسی نثر لکھنے پر پوری طرح قادر تھے۔ منشور الوصیت ان کی فارسی میں کتاب ہے۔ وہ ارباب شعر وادب کی بہت قدر کرتے تھے۔ ملکی وانتظامی مصروفیات کے باوجود علمی وفضلا اور اولیائے کرام اور شعرا کی محفلیں منعقد ہوتی تھی اور بادشاہ کی جانب سے انھیں حسب مقام وحسب مراتب داد و دھش اور انعام واکرام سے نوازا جاتا تھا۔ اس کے ذوقِ شاعری کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مصرع طرح تجویز کرتے تھے اور شاعروں سے غزلیں لکھواتا تھا۔ ایک دفعہ میاں نور محمد خان کلھوڑا نے مندرجہ ذیل مصرع طرح:

سیہ چشمی زہند آورد پیغام رم آهو(9)

لکھ کر ناظم ٹھٹہ شیخ شکر اللہ کے ہاں بھجوائی اور فرمائش کی کے اس مصرح کا پہلا مصرعہ لکھوا کر بھجوا یا جائے۔ محسن ٹھٹوی نے اس زمین میں ایک مرصع غزل کہی اور مجوزہ مصرعہ طرح پر اس طرح گرہ لگائی:

نگہ از زلف مشکین تو شد دام رم آهو

سیہ چشمے زہند آورد پیغام رم آهو(10)

میاں سرفراز خان عباسی کلھوڑا صرف سندھی ہی کے نہیں بلکہ فارسی کے بھی قادر الاکلام اور صاحب دیوان سخنور تھے۔ اس کی سخن سنجی، سخن فہمی، نکتہ دانی، دانشمندی اور اہل علم وفن کی قدر دانی بے نظیر تھی۔ ان کا فارسی کلام حمد، منقبت، غزل، قصیدہ، مرثیہ تمام اصناف سخن پر محیط ہے۔ میاں سرفراز خان کا فارسی دیوان شائع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں ٹھٹہ کے میر عظیم الدین عظیم، میر علی شیر قانع، شیوک رام عطارد اور محمد پناہ اس دور کے اہم شعراء میں سے تھے۔ سب کے سب ارباب سلطنت کے درباروں سے وابستہ تھے۔ عظیم ٹھٹھوی، میاں سرفراز خان کلھوڑو اور میاں غلام نبی خان کے دربار سے وابستہ رہے۔ ان کی مدح میں قصاید بھی کہے۔ شیوک رام عطارد میاں غلام شاہ کلھوڑو اور میاں سرفراز خان کے دربار میں نثر نویس کے عہدے پر فائز رہے۔ رجا ٹھٹوی کے رسائل لطف اللہ وزیر سندھ تک شایانِ شان رہی۔(11)

دربار کلھوڑا سے منسلک منشی عبد الروف، فارسی کے بلند پایہ ادیب تھے نثر صاف سلیس اور بے تکلف لکھتے تھے۔ محمد داؤد خان عباسی، میاں نور محمد خان کے بھائی تھے۔ بقول مولانا غلام رسول مہر، وہ کلھوڑا خاندان میں بہ اعتبار علم وفضل سب پر فائق تھے۔ اہلِ علم کی پرورش اور بزرگ داشت کا مرکز تھے۔ 'صید المراد فی قوانین الصیاد' معروف بہ بازنامہ شکار کی تاریخ اور فن پر فارسی میں پہلی کتاب ہے جس کی تصنیف کا سہرا محمد داؤد خان عباسی کے سر ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کے فیلو اور بورڈ آف اگزامنرز کے سکریٹری کرنل ڈی۔ سی فلٹ نے پہلے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ۱۹۰۸ء میں شایع کرایا بعد میں فارسی کی اصل کتاب (۴۳۳ صفحات پر مشتمل) شایع کرائی۔ میاں داؤد خان عباسی کے ایک فرزند محمد علی عالی فارسی نظم اور نثر کے باکمال صاحب قلم اور میر علی شیر قانع کے ہم محفل وہم نشین تھے۔

کلھوڑا دور میں صرف ایک شہر ٹھٹہ میں ماہرین اور مدرسین علوم عربی کے علاوہ فارسی کے نظم و نگار اور نثر میں بھی فارسی کا رواج عام تھا۔ 'مقالات الشعراء' اور دیگر تذکرے اس حقیقت کے شاہد ہیں۔

مخدوم ابو القاسم ٹھٹوی سید ابو القاسم شکر الٰہی ٹھٹوی (عربی وفارسی کے اعلی شاعر) مخدوم معین تسلیم ٹھٹوی، مصنف رسالہ اویسہ شرح رموز عقائد ورموز صوفیہ، رسالہ بسلسلہ اثبات رفع الدین فی الصلوۃ،

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

مخدوم حسن ٹھٹوی، ایک ضخیم دیوان کے خالق، لطافت سخن و سلالت کے بادشاہ، عقد دوازدہ گوھر، طراز دانش، حملہ حسینی، محک کمال کے صاحب شیخ ابراھیم ٹھٹوی (صاحب صید نامہ، شرح مخزن اسرار) وہ نا قابلِ فراموش شخصیات ہیں جن کی نگارشات و تخلیقات نظم و نثر فارسی ادب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔[12]

زیر نظر مقالے میں جن بزرگوں کا احوال پیش کیا گیا ہے۔ ان میں ملا عبد الحکیم عطا ٹھٹوی، میاں حیدر الدین ابو تراب کامل، میر حفیظ الدین علی، ٹھٹہ کے رہنے والے تھے۔ یہ تینوں ارباب فکر و سخن، فارسی کے اہل دیوان تھے۔ میر حیدر الدین ابو تراب کامل کا مرتبہ فارسی نظم و نثر میں بہت بلند تھا۔ میر علی شیر قانع ٹھٹوی، محمد پناہ رجا، میر ابو الباقی علی سبزواری، میر حفیظ الدین علی جیسے نامور مورخ، مصنف، انشا پرداز اور قلم نگار کامل کے مشہور تلامذہ میں سے تھے۔

سر تاج الشعرا حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائی بھی اسی دور میں گذرے ہیں، جن کا لازوال شاہکار شاہ جو رسالو ان کی عربی، سندھی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان و ادب پر مہارت کی زندہ مثال ہے۔ اسی زمانے کے ایک اور بزرگ میر اسد اللہ ساقی ہیں جن کا تعلق سر زمین بھکر (سندھ) سے تھا ساقی فارسی کے بہت اچھے نثر نگار اور سخن سنج تھے۔ ان کی فارسی مناجاتیں ان کے معیاری اشعار کی ضمانت ہیں۔

کلہوڑا عہد میں شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی اور امیر جان شاہ رضوی جیسے بہت بڑے اہل اللہ اہل علم و کمال کے دم سے علی الترتیب شکار پور اور روہڑی علم و ادب اور روحانیت و ثقافت کے خاص مراکز ہوئے۔ شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (متوفی ۱۱۹۵ھ) عربی و فارسی اور پشتو کے عظیم الترتیب ادیب اور سخن سنج تھے۔ ان کے مکاتیب مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی کے مجموعے عربی و فارسی زبان میں ہیں جن کے مطالعہ سے شاہ صاحب کے افکار و خیالات اور علمی و روحانی نظریات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ ان کی فارسی کتابیں شرح قصیدہ بانت سعاد اور شرح ابیات مشکل مثنوی (جن کا ایک نسخہ کابل میں ہے) شاہ فقیر اللہ علوی کی فارسی انشا پردازی کا بے مثال نمونہ ہیں۔ فارسی میں شعر کہتے تھے اور فقیر تخلص کرتے تھے۔ ان کی فارسی غزل تذکرہ صوفیائے سندھ (ص۶۔۱۹۵) میں منقول ہے۔[13]

حاجی قائم شکار پوری (متوفی ۱۱۷۱ھ) شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی کے خاص مرید اور تربیت یافتہ تھے۔ وہ فارسی کے بہت اچھے شاعر تھے۔ مولانا دین محمد وفائی کا بیان ہے کہ شکار پور شہر کے بارے میں قائم کا ایک طویل فارسی قصیدہ ان کی نظر سے گذرا ہے۔ جن میں مرشد علوی کا احوال بھی منظوم کیا گیا ہے۔

میر جان اللہ شاہ رضوی خلیفہ ارشد حضرت صوفی شاہ عنایت شہید میرانپوری میر تخلص کرتے

تھے۔ فارسی کے پُر گو اور صاحب دیوان شاعر تھے مثنوی اور قصیدے میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت شاہ عنایت شہید کے واقعہ شھادت کو آپ نے جس درد انگیز انداز میں نظم کیا ہے وہ ان کے کمال شاعری پر دلیل ہے۔ ان کا فارسی دیوان شایع ہو چکا ہے۔

فارسی کے مذکورہ بالا ارباب علم و ادب کے علاوہ آخوند ابو الحسن بے تلف، میر احسن ٹھٹوی، اکرم ٹھٹوی، مخدوم حسن ٹھٹوی، محمد ضیاء ٹھٹوی، غلام علی مداح ٹھٹوی، میر مرتضیٰ الہام، حافظ محمد احسن نیرون کوٹی، سلیمان بیگ اسلم، آقا حاجی محمد اکسیر، ابراھیم ہالاکنڈی، میر زا محمد جعفر شیرازی، شیخ رحمت اللہ سرشار، مخدوم محفوظ سرخوش، محمد علی سیوستانی، محمد تقی خان عاشق، شیخ عبد السبحان فائز ٹھٹوی وغیرہ نامی شعراء و ادبا کا کاروان پورے سندھ میں جادہ پیما نظر آتا ہے۔ والیان کلہوڑا کے عہد میں افغانستان، ہندوستان اور ایران سے بھی فارسی کے اہل علم و ادب سندھ میں آئے۔ بعض سندھ سے گذر گئے اور بعض سندھ میں زیر زمین آسودہ ہو گئے۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس دور میں اربابِ ریاست کی علوم و فنون کی سرپرستی کے باعث سندھ میں فارسی شعر و ادب کا خاصا چرچا تھا۔

میرزا محمد علی، معروف بہ فردوسی ثانی، نادر شاہ کے ہمراہ سندھ آئے۔ انھوں نے سندھ پر نادر شاہ کے حملے سے متعلق شاھنامہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

بہ یک گردش چرخ نیلوفری
نہ نادر بہ جا ماند و نی نادری[14]

ایران، ھندوستان اور دیگر ممالک کے نامور سخن دانان فارسی و اساتذہ سخن مثلاً شیخ علی حزین، مرزا صائب، والہ داغستانی، سید غلام علی آزاد بلگرامی، میر عبد الجلیل بلگرامی، سید محمود صابر رضوی، سید محمد بلگرامی سید محمد اشرف کی آمدورفت اور سکونت سے سندھ کی ادبی انجمنوں میں مزید رونق ہوئی۔ عہد ٹالپر میں فارسی زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل تھی جبکہ فارسی بولنے اور لکھنے پڑھنے کا رواج بھی عام تھا۔ اس دور میں فارسی زبان اور اس کے ادب نے خاص طور پر فروغ پایا۔ علماء، شعراء، ادبا اور اہل فن کی بے مثال پزیدائی ہوئی۔ اکثر ممتاز اہل علم و فن اور ارباب شعر و ادب ارکان سلطنت کے اس فیض و عنایت سے وابستہ رہے۔ ایران، افغانستان اور دیگر ممالک کے شعرا و ادبا کی آمدورفت اور سکونت سے وادی مھران شعر و ادب کا مرکز بن گئی تھی۔ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ ارباب اقتدار بہت علم دوست، اہل ذوق، اہل دل اور اہل نظر تھے۔ انھوں نے خود بھی علم و ادب کی گرانقدر خدمات انجام دیں، کتابیں لکھی، شعر کہے اور

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

دیوان مرتب کیے۔ ان کی فارسی تخلیقات و نگارشات آج بھی سندھ میں زبان و ادب کا لازوال سرمایہ ہیں۔

فاتح سندھ میر فتح علی خان ٹالپر خود عالم، ادیب اور شاعر نہ تھے لیکن ان کے دربار میں اس وقت کے مقتدر ارباب علم و فن جمع تھے۔ عظیم شیوک رام عطارد، محمد پناہ رجا، میر فتح علی خان کے درباری شعرا تھے، ان میں عظیم ٹھٹوی کو ملک الشعرا کا مقام حاصل تھا۔[15]

میر کرم علی خان تخلص کرم (متوفی ۱۸۲۸ء) فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ ان کا دربار مرجع فن و شعر تھا۔ عظیم ٹھٹوی، ثابت علی شاہ، محمد غلام، آقا محمد عاشق اصفہانی، میرزا خسرو بیگ، میر صابر علی صابر، میر سید علی مشتاق، عبدالمعید جوکھیہ مجیدی، آخوند نور محمد ہالائی، سلیمان حاجی، میرزا مظہر، میر کاظم شاہ سرخوش، سید طباطبائی، میر ھوتک افغانی، اور نواب ولی محمد خان لغاری جیسے شعرائے کرام میر کرم علی خان کے دامن نعم و کرم سے وابستہ تھے۔ بقول ڈاکٹر نبی بخش بلوچ 'زبدۃ المعاصرین' اور 'محک خسروی' جیسے فارسی کے مشہور تذکرے میر کرم علی کے دور کے ادبی یادگار ہیں۔ میر مراد علی خان نے اپنا فارسی دیوان۔ دیوانِ علی اور طلب مراد مرتب کی۔ طلب مراد کی فنِ طباعت میں مہارت کی زندہ شہادت ہے۔

میر صوبیدار خان ٹالپر، تخلص میر، میر فتح علی خان ٹالپر کے فرزند تھے۔ جنگ میانی میں انگریزوں کے ہاتھوں شکست کے بعد اپنے چچازاد بھائی میر محمد نصیر خان جعفری، آخری فرمانروائے حیدر آباد کے ہمراہ گرفتار ہو کر کلکتہ میں اسیر فرنگ رہے۔ جہاں ۱۸۴۶ء کو قید حیات سے آزاد ہو گئے۔ میر صوبیدار خان کو شعر و ادب کے علاوہ فن طب سے دلچسپی تھی۔ طب کے موضوعات پر ان کی تصنیف 'خلاصۃ التداوی' کا سراغ ملتا ہے۔ انھوں نے فارسی نظم میں متعدد تصانیف چھوڑی ہیں۔ تین دیوان مرتب کیے۔ منظور خطوط کے مجموعے کے علاوہ میر صوبیدار خان کی چند مثنویوں کے نام اور سن تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ فتح نامہ سندھ (۱۲۴۴ھ)۔ ۲۔ سیف الملوک وبدیع الجمال (۱۲۴۷ھ)

۳۔ خسرو شیرین (۱۲۵۱ھ) ۴۔ ماہ مشترک (۱۲۵۲ھ)

۵۔ جدائی نامہ (۱۲۶۰ھ)[16]

میر محمد نصیر خان جعفری فرزند میر مراد علی خان، سندھ کے آخری فرمانروا تھے۔ جنگِ میانی میں شکست کے بعد اسیر ان و شہزادگان کے ساتھ فرنگ ہوئے۔ ۱۲۶۱ھ میں بمقام کلکتہ قید فرنگ و بند غم سے

ہمیشہ کے لیے رہائی پائی۔ میر نصیر خان فارسی کے صاحبِ طرز انشاپرداز اور خوش فکر سخن سنج تھے۔ نثر میں 'مکاتیب جعفری' اور نظم میں 'سفر نامہ جعفری' اور 'دیوان جعفری' ان کی یادگار فارسی تخلیقات ہیں۔ ان کی تصانیف میں قید فرنگ کے دوران سندھ، بمبئی، ساسور اور کلتہ کے سفر اور دیگر واقعات سے متعلق دردناک تاثرات بیان کیے گئے ہیں۔

میر کرم علی خان کے درباری شاعروں میں سید ثابت علی شاہ کو ممتاز درجہ حاصل تھا۔ ثابت علی شاہ ٹالپر دور کے بہت بڑے مرثیہ گو شاعر تھے۔ ان کا فارسی کلام، ان کی فارسی دانی و سخن فہمی کی غیر معمولی مہارت و درک کا غماز ہے۔

ٹھٹہ کے شکر الٰہی شیرازی سادات، سید عزت اللہ کا خاندان علمی و روحانی و ادبی اعتبار سے بہت ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ میر علی شیر قانع بن عزت اللہ، ان کے بھائی سید ضیاء الدین ضیا، بھتیجے میر عظیم الدین ٹھٹوی اور قانع کے فرزند میر غلام علی مائل نے فارسی کی ترقی و ترویج و اشاعت میں بے نظیر کارنامے انجام دیے، یہ حضرات عہد ٹالپر کے اکابر ادب فارسی میں سے تھے۔

میر علی شیر قانع کی ولادت ۱۱۴۰ ہجری میں عہد کلھوڑا میں اور وفات ۱۲۰۳ ہجری میں ٹالپر عہد میں ہوئی۔ قانع سندھ کے مشہور مورخ، محقق، مصنف، تذکرہ نگار اور باکمال شاعر تھے۔ دیوان سمیت ان کے تصنیفات و تالیفات کی تعداد بیالیس سے زیادہ ہے، جن میں دس سے زائد مثنویاں شامل ہیں۔ انہوں نے میاں غلام شاہ کلھوڑا کی فرمائش پر تاریخ عباسیہ لکھی۔ قانع کی دو کتابیں مقالات الشعراء اور تحفۃ الکرام سندھ کی تاریخ، تصوف اور ادب پر بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کتاب مقالات الشعرا ۱۱۷۴ھ سے ۱۲۰۲ھ تک یعنی ۲۷ سال تک کی طویل مدت میں لکھی گئی۔ جو ۷۱۹ فارسی کے قدیم اور قانع کے معاصر شعرا کا کلام جامع اور دقیق تذکرہ ہے۔ تحفۃ الکرام (سال تصنیف ۱۱۸۰ھ تا ۱۲۰۳ھ) تین حصوں میں ہے۔ یہ کتاب سندھ کی تاریخ، جغرافیہ، سلاطین، امرا و وزرا، اولیا، علما، انبیاء، خلفاء و حکمائے اسلام کے حالات و واقعات سے متعلق ایک اہم اور مظبوط دستاویز ہے۔

ضیاء الدین ضیاء، والی میر پور خاص، میر ٹھارو خان بن میر فتح خان مانکانی کے درباری شاعر تھے، ضیاء نے میر ٹھارو خان کی خواہش پر عظیم ٹھٹوی کی مثنوی ھیر رانجھا کی تقلید میں قصہ ھیر رانجھا کو نظم کیا۔ اس مثنوی کے علاوہ فارسی میں ضیاء ٹھٹوی کا ایک دیوان اور کئی بیاضیں ان کی شاعرانہ صلاحیتں کی شاہد ہیں۔ میر عظیم الدین ٹھٹوی کا شمار فارسی کے چوٹی کے شعراء میں ہوتا ہے۔ وہ کلھوڑا دور میں پیدا ہوئے۔ دونوں

حکومتوں نے عظیم ٹھٹوی کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کیا۔ فتح نامہ عظیم کا ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ یہ مثنوی تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے جو ۱۲۰۹ ہجری میں شاہنامہ فردوسی کے انداز میں لکھی گئی۔ عظیم نے میر فتح علی خان ٹالپر کی فرمائش پر ۱۲۱۴ھ میں اٹھارہ سو اشعار کی مثنوی ہیر رانجھا لکھی۔ یہ فارسی ادب کا شاہکار ہے۔ عظیم کا فارسی کلام مثنوی کے علاوہ قصائد، غزلیات، رباعیات، مخمسات، مسدسات، سلام اور مراثی پر محیط ہے۔[17]

میر غلام علی خان مائل بھی میر کرم علی خان کے دربار سے وابستہ رہے۔ وہ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے فکر و فن کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ قصائد، مراثی، سلام، منقبت، نعت کے علاوہ غزلیات و قطعات کا وافر ذخیرہ بھی ان کے کلام میں موجود ہے۔ تاریخ گوئی و نظم نگاری کے فن میں وہ یکتا و یگانہ تھے۔ ان کے اکثر تاریخی قطعات ان کے دور کے حالات و واقعات کی عکاسی کرتے ہیں۔

محمد پناہ رجا ٹھٹوی فارسی کے ایک اہم شاعر تھے۔ قانع کے استاد میر ابو تراب حیدر الدین کامل کے تر تیب یافتہ تھے۔ میر محمد لطف اللہ عرف میں ٹھارو وزیر سندھ نے رجا کا قدر افزائی کی۔

آخوند محمد بچل انور، میر نصیر خان کے استاد تھے۔ فارسی میں شعر کہتے تھے۔ جو ان کی ادبی کاوشوں کا نمونہ ہے۔ محمد عارف صنعت شکارپوری کا فارسی دیوان ان کے صاحبزادے محمد امین نے مرتب کر کے پہلی بار ۱۸۹۶ء میں شایع کیا۔[18]

مخدوم عبد الواحد سیوستانی (مصنف انشائے واحدی) پیر محمد راشد، شیخ محمد حیات (مصنف مثنوی داستان جہاد عشق و عقل) خلیفہ محمد کھہڑوی (مصنف رسالہ گلشن اولیا، جامع الضیوفات) پیر نظام الدین نظامی سرہندی بن خواجہ پیر غلام محی الدین سرہندی (مصنف اسرار و رموز نقشبندی) آخوند میاں صاحب ڈنو شکارپوری، فقیر گل محمد، آخوند محمد قاسم ہالائی بن نعمت اللہ کی غزلیات، تاریخی قطعات، مثنویاں، منظومات، دعائیں، ملفوظات اور مکتوبات وغیرہ ٹالپر دور کی پیداوار ہیں۔

میر زا فتح علی بیگ ابن میر زا مراد علی بیگ سندھی کے قادر الکلام مرثیہ گو اور سلام گو شاعر تھے۔ ان کا فارسی کلام منقبت، حمد، نعت وغیرہ پر مشتمل ہے جو ان کی فارسی دانی و سخن فہمی کا بین ثبوت ہے۔ میر زا فتح علی بیگ اور ان کی اولاد (ساکن ٹنڈو آغا حیدر آباد) میں کئی افراد اپنے علم و فضل اور فن و ادب سے وابستگی کی بنا پر ٹالپروں سے وابستہ رہے اور انہوں نے عہد برطانیہ میں فکر و فن کے چراغ روشن کیئے۔ ان میں سے متعدد اہل علم و ادب فارسی کے اہل تصانیف، اہل دیوان اور اہل سخن گذرے ہیں جن میں سے میرزا

بڈھل بیگ، میر زا فتح علی بیگ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔

میر زا فتح علی بیگ، میر نصیر خان اور میر حسن علی خان کے درباروں سے وابستہ رہے اور وہ میر حسن علی خان کے استاد بھی تھے۔ میر زا بڈھل بیگ نے اپنے بڑے بھائی میر زا قاسم علی بیگ سے اصلاح لی۔ قاسم علی بیگ بھی سندھی، اُردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ میر زا قربان علی بیگ ابن میر زا قاسم علی بیگ سندھی، اُردو اور فارسی مناجات، منقبت، سلام۔ مراثی اور نعت گوئی میں شہرت کے مالک تھے اور میر علی نواز خان ٹالپر والی ریاست خیر پور کے استاد بھی تھے۔ اسی گھرانے میں میر زا علی محمد بیگ مظفر بھی سندھی، اُردو اور فارسی شاعری میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ آپ میر زا قربان علی بیگ کے فرزند تھے۔[19]

علاوہ ازیں سچل سرمست، آخوند قاسم ہالائی بن آخوند محمود، مراد فقیر زنگیہ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ فارسی کی مختلف اصناف پر ان کے کلام کے مجموعے سندھ کے فارسی ادب میں قابل قدر اضافہ ہیں۔

سر زمین سندھ میں انگریزوں کی حکومت کا سکہ رواں ہونے کے فوراً بعد فارسی کی جگہ انگریزی و سندھی زبانوں نے لے لی۔ یہ زمانہ وہ تھا جب فارسی کا آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچ چکا تھا۔ سارا کاروبار فارسی میں کیا جاتا تھا۔ عربی مسلمانان سندھ کی دینی و علمی زبان تھی، فارسی کی اہمیت تہذیبی و ثقافتی زبان کی حیثیت سے باقی تھی۔ عربی علوم کی تحصیل و تعلیم، دینی اعتبار سے لازمی تھی جبکہ فارسی فنون و ادبیات پر دسترس کو طرۂ امتیاز سمجھا جاتا تھا۔

انگریزوں کے دور اقتدار میں والیان کلہوڑہ اور ٹالپر حکمرانوں کی سجی سجائی محفلیں اجڑ گئیں۔ جو ارباب نظم و نثر زندہ تھے انہیں کے دم سے فارسی کی شہرت باقی تھی۔ اکثر و بیشتر فارسی زبان میں مشاعرے ہوا کرتے تھے۔

میر شہداد خان ٹالپر تخلص حیدری (مثنوی ۱۸۵۷ء بمقام سورت) خلفِ اکبر میر نور محمد ٹالپر، فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ دیوان حیدری انکی یادگار تصنیف ہے۔ میر حسین علی خان ٹالپر تخلص حسین، برادر خُرد میر شہداد خان کلکتہ میں اسیر فرنگ تھے۔ رہا ہو کر حیدر آباد آئے اور وہیں وفات پائی۔ دیوان حسین کے علاوہ فارسی نثر میں مناقب علوی، شاہد الامامت، لب لباب ان کی انشاپردازی کی آئینہ دار ہیں۔

میر حسن علی خان ٹالپر فرزند میر نصیر خان اُنیس سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ کلکتہ میں نظر بند رہے ۱۹۰۵ء کو قید حیات سے آزاد ہوئے۔ ان کی چار کلیات مراثی، ایک سلام کی بیاض، ایک منقبت، حمت اور نعت کی بیاض ان کے شاعرانہ ذوق کے شاہد ہیں۔ وہ فارسی نثر نگاری میں بھی ید طولی رکھتے ہیں۔ انہوں نے

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

ایک عیسائی مبلغ پادری فاؤنڈر کی کتاب میزان الحق کے رد میں لسان الحق لکھی۔[21]
میر عبد الحسن خان سانگی آخری ٹالپر شہزادے تھے۔ وہ آخری تاجدار سندھ میر نصیر خان کے پوتے اور میر عباس علی خان ٹالپر کے چشم و چراغ تھے۔ انہوں نے آخری دم تک نہ صرف سندھی فارسی اور اُردو ادب کی سرپرستی کی بلکہ ان تینوں زبانوں میں منظوم و منثور نگارشات بھی یادگار چھوڑیں۔ حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائی کی زندگی، شخصیت اور شاعری پر فارسی میں سب سے پہلی کتاب لکھنے کا سہرا سانگی ہی کے سر ہے۔ سانگی کے اساتذہ سخن اور اربابِ فن میں غلام محمد شاہ گدا، سید غلام مرتضیٰ شاہ، مرتضائی، میاں وڈل حیدری، میرزا قاسم علی بیگ، میرزا قلیچ بیگ، سید فاضل شاہ، میرزا محمد حسن شیرازی، میرزا تقی تائب قندھاری اور مولانا ابوالحسن لکھنوی نے دربار تالپر کی روایت کو زندہ رکھا۔

سندھ کے نامور شاعر، عالم، فاضل اور مصنف میرزا قلیچ بیگ بھی سندھی، اُردو اور فارسی میں نظم ونثر میں تقریباً 487 کتابوں کے مصنف تھے۔ سید غلام محمد شاہ گدا، برطانوی دور کے چوٹی کے شاعروں میں سے تھے۔ انہوں نے فارسی کی تمام اصنافِ سخن، غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، نعت اور منقبت وغیرہ میں طبع آزمائی کی اور فارسی ادب کو اپنے زریں خیالات، عارفانہ تخلیقات اور نئے نئے استعارات و تشبیہات سے مالا مال کردیا۔

فقیر قادر بخش بیدل اس دور کے سب سے بڑے اولیاء، صوفی شاعر اور صاحب علم و فضل شخصیت تھے۔ عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی اور اُردو میں ان کی تصانیف، دیوان، مکتوبات و ملفوظات، علم و ادب کے گراں مایہ خزانے ہیں۔ ان کی فارسی تصنیفات و تالیفات میں ریاض الفقیر (غزلیات) سلوک الطالبین دیوان منہاج الفقیر رموز العارفین، مصباح الطریقت، فی لطف الاحادیث مثنوی دلکشا، بیدل کی صوفیانہ، عالمانہ اور شاعرانہ عظمت کی مظہر ہیں۔[22]

آخوند محمد قاسم ہالائی بن نعمت اللہ قریشی، فارسی، عربی، اور سندھی کے نامور شعراء میں سے تھے۔ مشاعروں میں پابندی سے شرکت کرتے تھے۔ ان کا فارسی کلام ہفت روزہ مفرح القلوب میں شایع ہوتا تھا۔ قصیدہ گوئی میں خاص شہرت پائی۔ مخدوم محمد ابراہیم خلیل ٹھٹوی کا سب سے بڑا کارنامہ تکملہ مقالات الشعراء کی تصنیف ہے۔

میر علی شیر قانع کے تذکرہ مقالات الشعرا کے بعد تکملہ، سندھ کے فارسی شعرا کا مظبوط جامع تذکرہ ہے، پہلے 'مسکین' بعد میں 'خلیل' تخلص رکھا۔ وہ فارسی کے دو دیوان موسوم بہ دیوان مسکین اور

دیوان خلیل کے خالق تھے۔ ان کا شمار ٹھٹہ کے ممتاز فارسی شعراء اور نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔ مولوی بہاؤالدین بہائی، عربی، فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی تصانیف فارسی میں سترہ اور سندھی میں چار ہیں۔[20]

برطانیہ کے صد سالہ دور حکومت میں فارسی کے بہت سے نثر نگار بھی سندھ میں پیدا ہوئے۔ سندھ کے عظیم مورخ خان بھادر خداداد خان کی تصنیف لب تاریخ سندھ اس دور کی آخری نثری تصنیف ہے۔ پیر حزت اللہ شاہ مسکین نے بھی بھاء الدین بہائی اور عاقل عاقلی جیسے نکتہ رس و نکتہ سنج اساتذہ سے مشورہ سخن کیا۔ دیوان مسکین اور ایک رسالہ انکی فارسی دانی کی دلیل ہے۔

سندھ میں بہت سے صوفیاء بلند مرتبہ، اولیاء کرام اور اہل علم و ادب نے فارسی زبان و ادب کی خدمت کی ہے اور انکے سبب سندھ، باب الاسلام ہوا اور فارسی زبان کے توسط علم و ادب کے ساتھ ساتھ دین مبین کی تبلیغ ہوئی اور اولیاء کرام نے سندھ کی علمی شہرت کو مزید بڑھایا اور فارسی زبان و ادب کا سرمایہ اپنی تصنیفات کے ذریعہ محفوظ کیا۔

خلاصہ

سرزمین سندھ ایک قدیم اور تاریخی سرزمین ہے۔ اس طرح اس سرزمین کی تہذیب اور زبان بھی پرانی ہے۔ کئی حکمرانوں نے سندھ پر حکمرانی کی ہے اور حملہ آوروں نے اپنی طاقت بھی آزمائی ہے، تاریخی لحاظ سے اس سرزمین کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، بقول مورخین کے سندھ برصغیر کا وہ حصہ ہے جہاں سب سے پہلے اسلامی لشکر نے اسلام کا پرچم بلند کیا، فرزندان اسلام نے کئی سو سال حکمرانی کی ہے اور عربوں نے بھی تقریباً چار سو سال تک زور بازو اور طاقت سے سندھ پر حکمرانی کی ہے۔ اس کے بعد ایرانیوں نے بھی دو سال تک اس سرزمین پر حکمرانی کی ہے۔ عربی زبان چونکہ اسلام کی زبان ہے سندھی زبان پر اسلام کے سب اثرات آئے لیکن عربی کے بعد دوسری مذہبی زبان فارسی رہی لہٰذا فارسی زبان کے بھی اپنے اثرات سندھی زبان اور سندھی تہذیب پر نمایاں کئے ہیں۔

سندھی ادیبوں اور مورخین نے باقاعدہ فارسی زبان پر عبور حاصل کیا ہے اور اس زمین پر سب سے پہلی فارسی زبان کی تحریر 'چچ نامہ' جو علی بن حامد ابوبکر کوفی نے عربی سے ترجمہ کر کے کیا تھا۔ سندھ اولیاء کرام کی سرزمین ہے جس میں 'سید عثمان مروندی المعروف لال شھباز قلندر' جنھوں نے کئی فارسی تصانیف

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

لکھی ہیں۔ اسی طرح سید طاہر نیسانی نے 'عمر ماروی' اور 'نازونہار' لکھی۔ شیخ حماد جمالی اور شیخ عیسیٰ، مخدوم بلاول نے بھی فارسی زبان کی خدمت کی ہے۔

جام نظام الدین عرف جام نندو فارسی زبان کے مشہور و معروف شاعر رہے۔ میرزا شاہ بیگ ارغون نے قرآن مجید کو فارسی زبان میں تفسیر کیا۔

شیخ عبد اللہ آہی (۹۵۰ھ) سرزمینِ سندھ آئے اور انہوں نے کئی کتابیں فارسی زبان میں تحریر کیں۔

مخدوم نوح سرور ہالائی نے فارسی ملفوظات و اشعار کے علاوہ قرآن حکیم کا سندھ میں پہلا فارسی ترجمہ کیا۔ سرزمین سندھ صوفیاء اور اولیائے کرام کی سرزمین ہے ان اولیا کرام نے سندھی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان کی بھی خدمت کی ہے اور اگر فارسی زبان سندھ میں آئی اور ترقی کے منازل طئے کیں تو یہ تمام اولیائے کرام کی مرہونِ منت ہے، کیونکہ سندھ کے اولیائے کرام نہ صرف مذہبی اشخاص تھے بلکہ ان میں سے بیشتر ادیب اور شاعر بھی تھے اور انہوں نے اپنی شاعری فارسی زبان میں ہی کی ہے۔ جس کے سبب فارسی زبان نے سندھ میں ترقی کی ہے۔

حوالاجات

1. رضوی، اختر، 'چچ نامہ' (اردو ترجمہ)، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد 1963ع، ص:121۔
2. بکھری، معصوم، میر محمد، 'تاریخ معصومی'، (اردو ترجمہ) سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، 1969ع، ص:85۔
3. ٹھٹوی، قانع، علی شیر، میر، 'تحفتہ الکرام' (اردو ترجمہ)، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، ع، ص:130۔
4. مھر، غلام رسول، مولانا، 'تاریخ سندہ، عہد کھلوڑا'، سندھی ادبی بورڈ، کراچی، 1958ع، ص:141۔
5. قدوسی، اعجاز الحق، 'تاریخ سندہ' حصہ دوم، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، 1971ع، ص:28۔
6. قدوسی، اعجاز الحق، 'تذکرہ صوفیائے سندہ'، اردو اکیڈمی، کراچی، 1959ع، ص:37۔
7. راشدی، حسام الدین، پیر، 'میرزا غازی بیگ اور اس کی بزم ادب'، انجمن ترقی اردو بورڈ، کراچی، سال ندارد، ص:201۔
8. وفائی، دین محمد، مولانا، 'تذکرہ مشاھیر سندہ'، سندھی ادبی بورڈ جامشورو، ص:110۔
9. ٹھٹوی، قانع، علی شیر، میر، 'تذکرہ مقالات الشعرا'، (مقدمہ و حواشی، پیر حسام الدین راشدی)، سندھی ادبی بورڈ، کراچی، 1957ع، ص:181۔

10. ٹھٹوی، محمد ابراھیم، مخدوم، 'تکمتہ مقالات الشعرا' (مقدمہ و حواشی، پیر حسام الدین راشدی)، سندھی ادبی بورڈ کراچی، 1957ع، ص:80۔
11. H. I, Dr. 'Persian poets of Sindh', Sindhi Adabi Board, Hyderabad, 1956, page 185
12. برھانپوری، راشدی، مطیع اللہ، سید، 'برھانپور کے سندھی اولیا' حیدرآباد، 1956ع، ص:71۔
13. بلوچ، نبی بخش، ڈاکٹر، 'سندہ میں اردو شاعری'، حیدرآباد، 1967ع، ص:207۔
14. 'دانشنامہ ادب فارسی'، (جلد سوم)، در شعبہ فارسی، تہران، 1380ھ، 504۔
15. قدوسی، اعجاز الحق، 'تاریخ صوفیاے سندھ' (اردو)، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، 1986ع، ص:117۔
16. قدوسی، اعجاز الحق، 'تاریخ صوفیاے سندھ' (مجلہ)، مھران نمبر، حیدرآباد، سال ندارد، ص:96۔
17. کوثر، انعام الحق، 'پاکستان میں فارسی ادب'، لاہور، سال ندارد، 802۔
18. سدارنگانی، ڈاکٹر، 'شعرائے فارسی سندہ'، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، 1956ع، ص:119۔
19. مہر، غلام رسول، 'تاریخ کلھوڑا سندہ'، جلد اول، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، 1963ع، ص:166۔
20. خان، خداداد، 'لب تاریخ سندہ'، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، 1959ع، ص:207۔

Shah Abdul Latif Bhitai Chair